رسول اللہؐ کی ولادت

بچپن، شادی، بچے

(۲)

از جناب ڈاکٹر خورشید احمد فارق صاحب پروفیسر عربی دہلی یونیورسٹی

محمد رسول اللہ کے والد عبداللہ اور دادا عبدالمطلب تھے۔ عبدالمطلب کا پردادا مکہ کا پہلا قرشی حاکم قصیّ بن کلاب تھا جس نے پچاس ساٹھ برس پہلے قریش کے بکھرے ہوئے پسماندہ اور گمنام خاندانوں کو مکہ میں آباد کر کے، اور وہاں کے یمنی حکمرانوں کو نکال کر قریشی عظمت کی بنیاد استوار کی تھی۔ عربی روایت کے مطابق عبدالمطلب یمن کے کسی رئیس کے ہاں مہمان تھے کہ آسمانی کتابوں کے ایک عالم سے ان کی ملاقات ہوئی، اس نے بتایا کہ آپ کے خاندان میں نبی پیدا ہوگا جس کی ماں قریش کے زہرہ گھرانے کی عورت ہوگی۔ عبدالمطلب نے مکہ لوٹ کر پہلی فرصت میں اپنے لڑکے عبداللہ کی زہرہ خاندان کی لڑکی آمنہ بنت وہب سے شادی کردی۔ عبدالمطلب بھاری بھرکم، وجیہ و جمیل آدمی تھے، دیکھنے والا انھیں دیکھکر مرعوب ہو جاتا تھا، ان کے لڑکے بھی ان کی طرح قدآور، شکیل اور رعب دار تھے۔ کہا جاتا ہے کہ عبداللہ کی پیشانی پر نبوت کا نور جھلکتا تھا جسے دیکھ کر ایک قیافہ شناس باخبر عورت نے ان سے شادی کی فرمائش کردی تاکہ اس کے بطن سے پیدا ہونے والے نبی کی ماں بننے کا اسے فخر حاصل ہو، عبداللہ کی بات آمنہ سے طے ہو چکی تھی اس لئے اس کی مراد بر نہ آئی۔

رسول اللہؐ آمنہ کے پیٹ میں تھے تو کسی نے ان سے خواب میں کہا: تمھارے پیٹ میں عرب قوم کا بادشاہ اور نبیؐ ہے یا تمھارے ایک بچہ ہوگا، اس کا نام احمد رکھنا، وہ ساری دنیا کا بادشاہ بنے گا[1] یا تمھارے پیٹ میں عرب قوم کا بادشاہ ہے[2]۔ جب رسول اللہؐ پیدا ہوئے تو آمنہ نے دیکھا کہ ان کے جسم سے ایک روشنی نکلی جس سے بُصریٰ (شام) کے محل جگمگانے لگے[3]۔

رسول اللہؐ کی ولادت سے کئی ماہ پہلے ان کے والد عبداللہ ایک تجارتی قافلہ لے کر جنوبی شام کے ساحلی تجارتی مرکز غَزَہ گئے جسے آج کل انگریزی میں گاز Gaza کہا جاتا ہے۔ وہاں سے فروخت کے لئے شام کی مصنوعات لے کر آرہے تھے کہ راستہ میں بیمار پڑ گئے اور علاج کے لئے مدینہ میں ٹھہر گئے جہاں ان کی ننھیال تھی، مرض نے پیچھا نہ چھوڑا اور ایک ماہ بیمار رہ کر پچیس سال کی عمر میں وفات پائی۔

رسول اللہؐ کی ولادت لگ بھگ ۵۶۸ء عیسوی میں ہوئی، اُس وقت فارس کے شہنشاہ کسریٰ نوشیرواں کی تاجپوشی کو چالیس سال گذر چکے تھے[4]۔ ولادت کے بعد ان کے دادا عبدالمطلب انھیں خانہ کعبہ لے گئے، ان کی پیدائش پر خدا کا شکر ادا کیا اور ان کی سلامتی و کامرانی کی دعا مانگی۔

رسول اللہؐ اپنے آباؤ اجداد کی طرح صاحب جلال و جمال تھے۔ خوشحال عربوں میں ماؤں کی بجائے کنیزوں اور نادار عورتوں سے اُجرت دے کر دودھ پلوانے کا دستور تھا، پہلے رسول اللہؐ کے گھر کی ایک کنیز ثُوَیبہ نے کچھ دن دودھ پلایا پھر وہ پرورش اور دودھ پلانے کے لئے گاؤں کی ایک

---

[1] ابن سعد ۹۸/۱

[2] ایضاً ۱۵۱/۱

[3] ابن ہشام ص ۱۰۲، انساب الاشراف ۸۱/۱

[4] ابن ہشام ص ۱۰۲

[5] انساب الاشراف ۱۰۳/۱

عورت حلیمہ بنت عبداللہ کے سپرد کر دئے گئے۔ حلیمہ انھیں اپنے گاؤں لے گئی، گاہے گاہے انھیں آمنہ کے پاس لاتی رہتی تھی۔ جب رسول اللہؐ پانچ سال کے ہوئے تو حلیمہ نے انھیں مستقل طور پر آمنہ کے حوالہ کر دیا۔ چھ سال کی عمر میں آمنہ رسول اللہؐ کو لے کر مدینہ گئیں جہاں ان کی ننھیال تھی، وہاں ایک ماہ قیام کے دوران رسول اللہؐ نے تیرنا سیکھ لیا[1]، واپسی پر مدینہ کے مضافات میں بمقام ابواء آمنہ کا انتقال ہو گیا اور وہیں دفنائی گئیں۔ رسول اللہؐ کی کھلائی ام ایمن انھیں لے کر مکہ آگئیں مکہ میں ان کے دادا عبدالمطلب ان کے سرپرست ہو گئے۔ عبدالمطلب حج کے اہم ترین عہدوں۔ رفادہ وسقایہ پر فائز ہونے کے علاوہ مکہ کے سارے قرشی اکابر سے زیادہ معزز، باوقار اور بارسوخ شخصیت تھے اور خانہ کعبہ کی دیوار کے سایہ میں مجلس کیا کرتے تھے، ان کے لئے ایک قالین پر گاؤتکیہ رکھا جاتا تھا، قالین کے حاشیہ پر ان کے لڑکے اور ملاقاتی بیٹھ کر ان کا انتظار کیا کرتے تھے، اکثر ایسا ہوتا کہ عبدالمطلب سے پہلے رسول اللہؐ آجاتے اور گاؤتکیہ سے لگ کر بیٹھ جاتے ان کے چچا انھیں ہٹانے کی کوشش کرتے لیکن وہ نہ ہٹتے، اتنے میں عبدالمطلب آجاتے اور لڑکوں سے کہتے: بیٹھنے دو میرے بیٹے کو (گاؤتکیہ سے لگ کر)، میرا بیٹا بادشاہ بننا چاہتا ہے (إن ابنی لیحدث نفسه بملك[2])

دو سال بعد جب رسول اللہؐ آٹھ سال کے تھے عبدالمطلب کا بیاسی[82] سال کی عمر میں انتقال ہو گیا، ان کے بارہ لڑکے، چھ لڑکیاں اور چھ بیویاں تھیں، مرتے وقت عبدالمطلب نے رسول اللہؐ کو اپنے لڑکے ابوطالب کی سرپرستی میں دے دیا اور ہر طرح ان کا خیال رکھنے کی وصیت کر دی۔

جب رسول اللہؐ بارہ[12] سال کے ہوئے تو ابوطالب نے شام کے سفر کی تیاری کی۔ ابوطالب رسول اللہؐ کو بہت چاہتے تھے اور رسول اللہؐ بھی ان سے بہت مانوس تھے، اس کے باوجود

---

1. ابن سعد ۱/۱۱۶
2. ایضاً ۱/۱۱۶

ابوطالب نے سفر کی کلفتوں کے پیش نظر رسول اللہؐ کو شام لے جانا مناسب نہ سمجھا اور جانے والوں کی فہرست میں انھیں داخل نہیں کیا۔ رسول اللہؐ کو اس کا بہت دکھ ہوا، انھوں نے چچا سے ضد کی کہ مجھے ساتھ لے چلئے اور جب وہ نہ مانے تو رونے لگے۔ ابوطالب کا دل بھر آیا اور بھتیجے کو ساتھ لے لیا۔ شام پہنچکر ابوطالب کا تجارتی قافلہ شہر بُصریٰ کے ایک گرجا کے پاس اترا جو مشرقی اُردن میں شام کا ایک تجارتی مرکز تھا جہاں سے ہوکر کئی تجارتی راستے ملک کے بڑے بڑے شہروں کو جاتے تھے۔ گرجا کا ایک راہب تھا بحیرا نامی، رسول اللہؐ کا جلال وجمال دیکھکر وہ بہت متاثر ہوا، اسے ان کے چہرہ اور آنکھوں میں کچھ ایسی علامتیں نظر آئیں جو اس نے انجیل میں آنے والے نبی کی پڑھی تھیں، مثلاً لال آنکھیں، دونوں کندھوں کے درمیان کبوتر کے انڈے کے برابر ایک اُبھار، اُس نے ابوطالب سے کہا تمہارا بھتیجا منصب نبوت پر فائز ہوگا۔[1]

ابوطالب کی آمدنی کم اور مالی ذمہ داریاں زیادہ تھیں، خرچ کی ایک مد ہر سال زائرین کعبہ کے لئے کھانے پینے کا بندوبست تھا جس کے لئے انھیں چندہ میں ایک گران قدر رقم دینا ہوتی تھی اور کبھی چندہ کی رقم وہ اپنے مالدار بھائی عباس بن عبدالمطلب سے قرض لے کر دیتے تھے۔ جب رسول اللہؐ بائیس ۲۲ تیئیس ۲۳ سال کے ہوئے تو ابوطالب نے ان سے کہا: میری مالی حالت خراب ہے، قریش کا ایک تجارتی قافلہ شام جا رہا ہے، اس میں خدیجہ بنت خُویلد کا کافی سامان ہے تم خدیجہ سے ملو اور شام میں ان کا سامان بیچنے کے لئے اپنی خدمات پیش کرو، مجھے امید ہے کہ وہ بخوشی تمہاری خدمات قبول کرلیں گی۔[2] خدیجہ مکہ کے پہلے قرشی حاکم قُصَیّ کے پرپوتے کی لڑکی تھیں، شریف خاندان، منتظم اور نہایت مالدار، ان کے شوہر کا انتقال ہوچکا تھا، وہ ہر سال تجارت کا سامان خرید کر حجاز اور شام کے بازاروں میں بھیجا کرتی تھیں۔ ابوطالب کے حسب ہدایت

---

[1] ابن سعد ۱/۱۵۳-۱۵۵

[2] ایضاً ۱/۱۲۹

رسول اللہؐ خدیجہ سے ملے، انھوں نے خوشی سے رسول اللہؐ کی خدمات دوچند معاوضے کے بالمقابل حاصل کرلیں۔ شام میں داخل ہونے کے بعد حسب سابق رسول اللہؐ نے بصریٰ کے گرجا کے پاس پڑاؤ ڈالا، اس موقع پر عربی روایت کے مطابق نسطور نامی راہب رسول اللہؐ کے جلال وجمال سے متاثر ہوا اور بحیرا کی طرح اسے ان کی لال آنکھوں اور چہرہ پر نبوت کی علامتیں نظر آئیں جن کا اس نے رسول اللہؐ کے ساتھی میسرہ سے ذکر کیا جسے خدیجہ نے رسول اللہؐ کی خدمت اور سامان کی نگرانی کے لئے ساتھ کردیا تھا۔ میسرہ نے جو کچھ نسطور سے سنا رسول اللہؐ کو بتادیا اور مکہ واپس آکر خدیجہ کو بھی مطلع کیا۔[1] خدیجہ کو رسول اللہؐ کی معرفت تجارت کرانے سے سابق کی نسبت دگنا فائدہ ہوا اور انھوں نے رسول اللہؐ کو مقررہ معاوضہ سے دوچند معاوضہ دیا۔ وہ رسول اللہؐ کے جلال وجمال سے متاثر تھیں ہی، ان کی تجارتی کارگذاری اور ان کے بارے میں نبوت کی بشارت سے ان کی اور زیادہ گرویدہ ہوگئیں اور اُن سے شادی کی طلبگار ہوئیں۔ انھوں نے نفیسہ نامی ایک عورت کو رسول اللہؐ کا عندیہ لینے بھیجا، نفیسہ نے کہا: محمد تم شادی کیوں نہیں کرتے؟ رسول اللہؐ: میرے پاس اتنا روپیہ نہیں کہ مہر ادا کرسکوں۔ نفیسہ: اگر روپیہ کا بندوبست ہوجائے اور تمھیں ایک خوبصورت، مالدار، شریف خاندان اور تمھارے ہم رتبہ عورت مل جائے تو اس سے شادی کرنا قبول کرلوگے؟ رسول اللہؐ: وہ عورت کون ہے؟ نفیسہ: خدیجہ بنت خُوَیلد۔
رسول اللہؐ: اس سے شادی کس طرح ممکن ہے؟ نفیسہ: اس کا بندوبست میں کردوں گی۔
رسول اللہؐ: مجھے شادی منظور ہے۔ نفیسہ نے جاکر سب باتیں خدیجہ کو بتائیں۔ خدیجہ نے رسول اللہؐ سے کہلا بھیجا کہ فلاں وقت آکر مجھ سے مل لو۔ خدیجہ کے والد کا انتقال ہوچکا تھا اس لئے انھوں نے اپنے چچا عمرو بن اسد کو بلا بھیجا کہ آکر ان کی شادی کرادیں۔ رسول اللہ اپنے چچاؤں کو لے کر آگئے، دو سو پچاس روپیہ مہر پر نکاح ہوگیا۔ اُس وقت رسول اللہؐ کی

---

[1] ابن سعد ۱/ ۱۳۰

عمر تیئیس[3] سال اور خدیجہ کی اٹھائیس[28] سال[1] تھی۔ بعض لوگ پچیس[25] اور چالیس[40] سال بتاتے ہیں۔

خدیجہ کے رسول اللہؐ سے دو[2] لڑکے ہوئے۔ قاسم اور عبداللہ، چار لڑکیاں۔ زینب، رقیہ، فاطمہ اور ام کلثوم، ان سب میں ایک ایک سال کا فرق تھا اور سب نے اجرت پر دودھ پلانے والی عورتوں کا دودھ پیا تھا۔ خدیجہ لڑکے کے عقیقہ پر دو بکریاں اور لڑکی کے عقیقہ پر ایک بکری ذبح کیا کرتی تھیں[2]۔ رسول اللہؐ کے دونوں لڑکے کم سنی میں ہجرت سے پہلے فوت ہو گئے۔ خدیجہ نے رسول اللہؐ سے پوچھا: تم سے میری اولاد بعد انتقال کہاں جائے گی؟ رسول اللہؐ: جنت میں۔ خدیجہ: بغیر اچھے کام کئے ہوئے۔ رسول اللہؐ: ان کے عمل کا حال خدا کو معلوم ہے۔ خدیجہ: سابقہ (دو) شوہروں سے میرے متوفی کم سن بچے کہاں جائیں گے؟ رسول اللہؐ: دوزخ میں۔ خدیجہ: بغیر برے کام کئے ہوئے انھیں یہ سزا ملے گی؟ رسول اللہؐ: ان کے عمل کا حال خدا کو معلوم ہے[3]۔

رسول اللہؐ کی سب سے بڑی لڑکی زینب کی شادی اعلان نبوت سے چند سال پہلے اس کے خالہ زاد بھائی ابو العاص بن ربیعہ (لقیط) سے ہوئی؛ ابو العاص مکہ کا ایک دولتمند، نیک طینت اور خوش معاملہ آدمی تھا۔ اعلان نبوت کے بعد خدیجہ اور ان کی چاروں لڑکیاں مسلمان ہو گئیں تو بعض قرشی اکابر نے ابو العاص سے کہا کہ محمدؐ کی لڑکی کو طلاق دیدو پھر تم جس قرشی لڑکی سے چاہو گے تمھاری شادی کرا دی جائے گی۔ ابو العاص طلاق دینے کے لئے تیار نہیں ہوا، اس نے کہا زینب کے اسلام سے ہماری ازدواجی زندگی میں کوئی ناخوش گوار تبدیلی نہیں پیدا ہوئی ہے، وہ اپنے مذہب پر عامل ہے، میں اپنے مذہب پر قائم ہوں، اس کے یا اس کے والد کی طرف سے مجھے مذہب بدلنے

---

[1] ابن سعد ۸/۱۷، انساب الاشراف ۱/۹۸

[2] ابن سعد ۱/۱۳۴

[3] یعقوبی ۲/۳۵

پر نہیں مجبور کیا جا رہا ہے کہ طلاق دوں۔ ہجرت کے دوسرے سال اجتماعی دباؤ میں آکر ابوالعاص قریشی اکابر کے ساتھ جنگ بدر میں شریک ہوا اور کئی درجن دوسرے قریشیوں کی طرح میدانِ جنگ میں گرفتار ہوا۔ رسول اللہؐ کو روپے کی ضرورت تھی اور سارے گرفتار قریشی ان کے رشتہ دار تھے اس لئے طے ہوا کہ زرِ خلصی لے کر انھیں چھوڑ دیا جائے۔ زرِ خلصی کی رقم حسب حیثیت فی کس دو ہزار، ڈیڑھ ہزار اور ہزار روپے مقرر کی گئی۔ زینب کو شوہر کی گرفتاری کا علم ہوا تو انھوں نے ایک ہار ابوالعاص کی رہائی کے لئے مکہ سے بھیجا، یہ ہار انھیں خدیجہ نے جہیز میں دیا تھا، اسے دیکھ کر رسول اللہؐ کا دل بھر آیا ــــ (فرقّ لها رقة شديدة)[1] انھوں نے ساتھیوں سے کہا: یہ ہار خدیجہ کا دیا ہوا ہے، اگر آپ لوگوں کو اعتراض نہ ہو تو اسے واپس اور ابوالعاص کو رہا کر دیا جائے۔ صحابہ تیار ہو گئے۔ رسول اللہؐ نے ابوالعاص سے کہا کہ تمھیں اس شرط پر رہا کر سکتا ہوں کہ مکہ جا کر زینب کو میرے پاس بھیجنے کا وعدہ کرو۔ ابوالعاص نے وعدہ کر لیا۔ رسول اللہؐ نے اپنے لے پالک زید بن حارثہ کی قیادت میں ایک ٹولی مکہ کے پاس ایک مقام پر زینب کو اپنی حفاظت میں مدینہ لانے کے لئے بھیجی۔ ابوالعاص نے وعدہ پورا کیا اور زینب کو اپنے چچازاد بھائی کے ساتھ اونٹ پر سوار کر کے بھیجدیا۔ مکہ سے باہر کچھ قریشیوں نے زینب کا اونٹ دیکھا، ان میں سے ایک شخص شرارۃً زینب کو ڈرانے کے لئے اُن کی طرف نیزہ لے کر لپکا، زینب ڈر گئیں، ان کے پیٹ میں بچہ تھا، کئی دن بعد انھیں اسقاط ہو گیا اور ایک خبر یہ ہے کہ اس شری کے نیزے سے اونٹ بدکا، زینب گر گئیں اور ان کی ایک پسلی ٹوٹ گئی۔[2]

ہجرت کے چھٹے سال ابوالعاص ایک تجارتی قافلہ لے کر شام سے مکہ آرہا تھا، جب وہ مدینہ کے نواح میں پہنچا تو رسول اللہؐ کے جاسوسوں نے انھیں قافلہ کی خبر دی، رسول اللہؐ

---

[1] انساب الاشراف ۱/۳۹۷، ابن ہشام ص ۴۶۵

[2] انساب الاشراف ۱/۳۹۸

نے قافلہ کا سامان چھیننے کے لئے ایک فوجی دستہ بھیجا، دستہ نے ابوالعاص کو گرفتار کر لیا اور سامان سے لدے ہوئے سارے اونٹ پکڑ لئے۔ ابوالعاص رات میں مدینہ پہنچا اور زینب سے پناہ مانگی، انھوں نے دے دی اور اگلی صبح نماز فجر کے بعد عورتوں کی صف سے اٹھکر زینب نے کہا: سب لوگوں کو معلوم ہو جانا چاہئے کہ میں نے ابوالعاص کو پناہ دے دی ہے۔ لوگوں نے رسول اللہؐ کا اشارا پاکر زینب کی اَمان قبول کر لی۔ رسول اللہؐ نے پکڑنے والے دستہ کے ارکان سے کہا جو قرآنی ضابطۂ غنیمت کے مطابق اس کے پانچ حصوں میں سے چار کے حقدار تھے: میرا ابوالعاص سے جو رشتہ ہے اس سے تم واقف ہو، میں چاہتا ہوں کہ اس کا مال واپس کر دیا جائے۔ دستہ کے ارکان تیار ہو گئے۔ ابوالعاص مسلمان ہو گیا۔ رسول اللہؐ نے زینب کو بلا تجدید نکاح اس کے حوالہ کر دیا[1]۔ ابوالعاص نے رسول اللہؐ کی کسی جنگ میں شرکت نہیں کی، پانچ چھ سال بعد ۱۲ھ میں ان کا انتقال ہوا۔ ابوالعاص سے زینب کے دو بچے تھے۔ علی اور اُمامہ۔ علی کا لڑکپن میں انتقال ہو گیا، اُمامہ سے علی حیدر نے فاطمہ کی وفات کے بعد شادی کر لی۔ ابوالعاص کے پاس جانے کے تقریباً دو سال بعد ۸ھ میں زینب نے وفات پائی۔

رسول اللہ کی منجھلی اور چھوٹی لڑکی رُقیہ اور ام کلثوم رسول اللہؐ کے چچا ابولہب کے لڑکوں عُتبہ اور مُعتب کو بیاہی تھیں، اعلانِ نبوت کے پہلے سال سے رسول اللہ کے تعلقات ابولہب سے زیادہ کشیدہ ہو گئے تھے، ابولہب اور اس کی بیوی ام جمیل کی مذمت میں جب تبت یدا أبی لهب والی سورت نازل ہوئی تو دونوں میاں بیوی سخت برہم ہوئے اور جوش انتقام میں آکر انھوں نے اپنے دونوں لڑکوں سے رُقیہ اور ام کلثوم کو طلاق دلوادی۔ کچھ عرصہ بعد رُقیہ کی شادی رسول اللہؐ نے عثمان غنی سے کر دی جن کا تعلق ابوالعاص کی طرح عبد شمس کے ایک معزز گھرانے سے تھا

---

[1] انساب الاشراف ۱/۴۰۰، ابن ہشام ص ۴۷۰

اور جو ابوالعاص کی طرح خوب مالدار بھی تھے، صورت شکل بھی اچھی تھی اور صاف ستھری پُر آرام زندگی بسر کرتے تھے۔ اعلانِ نبوت کے پانچویں سال اکابر قریش کی مخالفت بڑھی اور عثمان غنی کے رشتہ دار انھیں ڈرانے اور ستانے لگے تو رسول اللہؐ کے ایمار پر عثمان غنی رُقیہ کے ساتھ حبشہ چلے گئے جہاں کے تاجروں سے ان کے اچھے تعلقات تھے۔ سات آٹھ سال بعد جب ہجرت ہوئی تو وہ مع رُقیہ مدینہ آگئے۔ ہجرت کے دوسرے سال ٹھیک اس وقت جب بدر میں رسول اللہؐ اور قریش کی فوجیں صف آرا ہونے والی تھیں رُقیہ چیچک میں مبتلا ہوئیں اور کچھ دن بعد دنیا سے کوچ کر گئیں۔ عثمان غنی کے رُقیہ سے ایک بچہ تھا عبداللہ جس کا بچپن میں انتقال ہوگیا۔ رسول اللہؐ کا اشارا پاکر عثمان غنی نے رُقیہ کی بہن اُم کلثوم سے شادی کر لی۔ اُم کلثوم کو اعلانِ نبوت کے پہلے سال طلاق دی گئی تھی، اس وقت سے ۲ھ ہجری تک تقریباً تیرہ چودہ سال وہ بیوہ رہیں یا ان کی کسی سے شادی ہوئی، اس کے بارے میں وثوق سے کچھ نہیں کہا جاسکتا۔ ام کلثوم کا ۹ھ میں انتقال ہوا[1]۔

ہجرت کے بعد ابوبکر صدیق نے رسول اللہؐ کی تیسری لڑکی فاطمہ سے شادی کرنے کی خواہش ظاہر کی لیکن انھوں نے رشتہ مناسب نہ سمجھا، پھر عمر فاروق کا پیغام آیا، رسول اللہؐ نے اسے بھی نظر انداز کر دیا[2] اور ۲ھ کے اوائل میں فاطمہ کی شادی اپنے چچازاد بھائی علی حیدر سے کر دی جو آٹھ نو سال کی عمر سے رسول اللہؐ کی سرپرستی میں تھے۔ فاطمہ کا ۱۱ھ میں رسول اللہؐ کی وفات کے چند ماہ بعد ستائیس اٹھائیس سال کی عمر میں انتقال ہوگیا۔ علی حیدر کے ان سے پانچ بچے تھے، تین لڑکے اور دو لڑکیاں۔ حسن، حسین، محسن، زینب اور ام کلثوم۔ محسن بچپن میں فوت ہو گئے۔

---

[1] انساب الاشراف ۱/۴۰۱

[2] ایضاً ۱/۴۰۲

خدیجہؓ نے رسول اللہؐ کے ساتھ تقریباً ستائیس سال گذارے، سترہ سال اعلانِ نبوت سے پہلے اور دس سال اعلان کے بعد۔ جب خدیجہؓ کی وفات کا وقت قریب آیا تو رسول اللہؐ نے ان سے کہا: جنت میں اپنی سوتوں سے میرا سلام کہدینا۔ خدیجہؓ: وہ کون ہیں؟ رسول اللہؐ: خدا نے جنت میں تم سے میری شادی کی اور تمھارے علاوہ مریم بنت عمران سے، آسیہ بنت مزاحم سے اور موسیٰ کی بہن کلثوم سے[1]۔

ہجرت سے تین سال قبل اور اعلان نبوت کے دسویں سال پہلے ابوطالب کا انتقال ہوا اور اس کے چند ہفتے بعد خدیجہ رحلت[2] کر گئیں۔ اِن دونوں کی وفات رسول اللہؐ کے لئے ناقابل تلافی خسارہ تھی، ان کے لئے دونوں کا وجود بڑی اہمیت رکھتا تھا۔ ابوطالب ان کے حامی و پاسبان تھے، انھوں نے قریشی اکابر کے ہاتھوں رسول اللہؐ کو کبھی ذک نہ پہنچنے دی اور ان کے قتل کے منصوبوں کو اپنے رسوخ اور تدبیر سے ہمیشہ ناکام بناتے رہے (کان ابوطالب یحفظہ ویحوطہ ولیعضدہ وینصرہ إلی أن مات[3]) خدیجہؓ کی دولتمندی نے رسول اللہؐ کو معاشی فکروں سے آزاد کردیا تھا اور ان کے مشن میں پیش آنے والی آزمائشوں میں وہ اپنے پیسے، خاندانی اثر اور دل خوش کلمات سے ان کا حوصلہ بلند رکھتی تھیں[4]۔

وثوق کے ساتھ یہ بتانا مشکل ہے کہ شادی کے بعد سے اعلان نبوت تک جو سترہ سال گذرے اُن میں رسول اللہؐ کے مشاغل اور سرگرمیاں کیا تھیں، ہماری معلوم کی حد تک ان کے مشاغل اور سرگرمیوں پر پردہ پڑا ہوا ہے۔ قرائن کا سہارا لے کر کہا جاسکتا ہے کہ اس عرصہ میں

---

[1] یعقوبی ۲/۳۵

[2] ابن سعد ۱/۱۲۵

[3] ایضاً ۱/۱۲۱

[4] ابن ہشام ص۱۵۵

وہ اپنی دولتمند تاجر بیوی کے ساتھ کاروبار کی دیکھ بھال اور اعلانِ نبوت کے لئے زمین تیار کرنے میں مصروف رہے ہوں گے۔ اس طویل عرصہ میں رسول اللہؐ کی سرگرمیوں کی صرف ایک جھلکی عربی کے قدیم ترین ماخذوں میں نظر آتی ہے جسے یہاں پیش کیا جاتا ہے: اس جھلکی کا تعلق خانہ کعبہ کی تعمیرِ نو سے ہے۔ مکہ چھوٹی چھوٹی پہاڑیوں سے گھرا ہوا شہر ہے، جب زیادہ بارش ہوتی تو پہاڑیوں کے پانی کی باڑھ مکہ میں گھس آتی اور نشیبی علاقے غرق ہو جاتے، کبھی کبھی خانہ کعبہ میں بھی پانی بھر جاتا، بار بار اس عمل کے زیر اثر خانہ کعبہ کی دیواریں بیٹھ گئی تھیں، چھت اور دیواروں میں شگاف پڑ گئے تھے۔ قریشی اکابر نے از سر نو مضبوط بنیادوں پر کعبہ تعمیر کرنے کا منصوبہ بنایا، یہ بھی طے ہوا کہ اس کے لئے جو چندہ دیا جائے وہ کلیتہً حلال اور پاک کمائی کا پیسہ ہو۔ اس زمانہ میں ایک یونانی کشتی بحرِ قلزم میں جدہ کے پاس شُعَیبہ بندرگاہ کے قریب چٹان سے ٹکرا کر تباہ ہو گئی تھی، اس کا کپتان جس کا نام باقوم تھا کشتی کو ساحل تک لانے میں کامیاب ہو گیا۔ یہ خبر قریش کو ہوئی تو انھوں نے اپنا ایک نمایندہ شُعَیبہ بھیجا، اس نے باقوم سے خانہ کعبہ کے کواڑ، چھت اور ستونوں کے لئے لکڑی خریدلی، عرب فن تعمیر سے ناواقف تھے اس لئے نمایندہ نے باقوم سے کہا کہ چند یونانی معماروں کا انتظام کردے۔ باقوم کو خود عمارت بنانے کا تجربہ تھا، اس نے اپنی خدمات پیش کیں اور مع لکڑی کے مکہ آگیا۔ خانہ کعبہ کی پرانی چہار دیواری گرادی گئی اور آس پاس سے پتھر جمع کئے گئے۔ برکت حاصل کرنے کے لئے قریشی اکابر کی طرح رسول اللہؐ بھی کچھ پتھر اٹھا کر لائے۔ نئی تعمیر کے وقت کعبہ کے کمرہ کا رقبہ کئی گز کم کر دیا گیا، دیواریں اور بنیادیں پتھر سے چنی گئیں، چھت میں پندرہ کڑیاں ڈالی گئیں اور اس کے نیچے چھ لکڑی کے ستون نصب کئے گئے، دروازہ پہلے کی نسبت بہت اونچا رکھا گیا تاکہ ہر شخص آسانی سے اندر نہ جاسکے اور صرف دربان کی اجازت سے دخول کی تمہیدیں پوری کرکے اندر جائے۔ مکہ کے سارے قریشی خاندانوں کو چار حصوں میں بانٹا گیا، ہر حصہ یا فریق نے ایک دیوار اور چوتھائی چھت کا خرچہ اپنے ذمہ لے لیا۔ ہر فریق سرخرو ہونے کے لئے چاہتا تھا کہ دروازے والی دیوار

اس کے پیسے سے بنے، اس لئے قرعہ ڈالا گیا، قرعہ بنو ہاشم اور بنو مطلب کے نام پر نکلا، اب ایک دوسرا قضیہ پیدا ہوا، ہر فریق کی خواہش تھی کہ حجر اسود کو خانہ کعبہ میں رکھنے کا شرف اُسے حاصل ہو، معلوم نہیں اس قضیہ کا حل بھی قرعہ ڈال کر کیوں نہیں کیا گیا، طے یہ ہوا کہ جو شخص سب سے پہلے کعبہ کے دروازہ سے داخل ہو اسے اپنے ہاتھ سے حجر اسود رکھنے کا کام سونپا جائے۔ اتفاق سے پہلے داخل ہونے والے رسول اللہؐ تھے۔ انھیں قضیہ کا علم ہوا تو انھوں نے ایک ایسا حل نکالا جس سے قریش کے ہر فریق کو حجر اسود اٹھانے کی فضیلت حاصل ہو گئی، انھوں نے اپنی سفید شامی چادر زمین پر پھیلا دی، اس کے بیچ میں حجر اسود رکھا اور چاروں فریقوں کے نمائندوں سے کہا کہ چادر کا ایک ایک کونا پکڑ لیں، پھر چاروں نے چادر میں رکھا ہوا حجر اسود اٹھایا اور خانہ کعبہ میں لے گئے۔ حجر اسود کا زیریں حصہ اونچا نیچا تھا، اسے سیدھا رکھنے کے لئے رسول اللہؐ کو مزید ایک پتھر کی ضرورت ہوئی۔ حاضرین میں سے ایک غیر قرشی عرب جو نجد کا باشندہ تھا پتھر لانے کے لئے اٹھا تو رسول اللہؐ نے یہ کہہ کر اسے پتھر لانے سے روکا: خانہ کعبہ کے تعمیری کاموں میں صرف قرشی حصہ لے سکتا ہے، دوسرا آدمی نہیں (انه لیس یبنی معنا فی البیت إلا منا) یہ بات نجدی کو بری لگی اور اس نے رسول اللہؐ کی تنقیص میں کچھ کلمے کہے[۱]۔ کعبہ کی اس تعمیر نو کے وقت رسول اللہؐ کی عمر پینتیس سال تھی اور اعلانِ نبوت میں ابھی پانچ سال باقی تھے۔

اس واقعہ سے دو باتیں ظاہر ہوتی ہیں، ایک یہ کہ پینتیس سال کی عمر تک رسول اللہؐ کے تعلقات قرشی اکابر سے خوشگوار تھے، اگر ایسا نہ ہوتا تو انھیں تعمیر کعبہ میں شرکت کا موقع نہ دیا جاتا، دوسری بات یہ کہ رسول اللہؐ نے اس وقت تک توحید اور مورتیوں کی مذمت کی تحریک شروع نہیں کی تھی یعنی تحریک کا منصوبہ ان کے دماغ سے عملی دنیا میں منتقل نہیں ہوا تھا کیونکہ

---

[۱] ابن سعد ۱/۱۴۵-۱۴۷، انساب الاشراف ۱/۱۰۰

انھوں نے اپنی تحریک کی اگر خفیہ اشاعت بھی کی ہوتی تو اکابر قریش کو اس کا ضرور علم ہو جاتا، وہ رسول اللہؐ سے منحرف ہو جاتے اور انھیں حجر اسود رکھنے کی خوشی خوشی اجازت نہ دیتے۔

اعلانِ نبوت

قرائن سے معلوم ہوتا ہے کہ سن بلوغ کو پہنچتے پہنچتے رسول اللہؐ کو یہ یقین ہو گیا تھا کہ میں نبی بنوں گا۔ سب سے پہلے ان کی والدہ نے انھیں بتایا تھا کہ جب تم پیٹ میں تھے تو کسی نے خواب میں مجھ سے کہا: تمھارے پیٹ میں عرب قوم کا بادشاہ اور نبی ہے، پھر جب تمھاری ولادت ہوئی تو مجھے محسوس ہوا کہ میرے جسم سے ایک روشنی نکلی جس سے بُصریٰ (شام) کے محل جگمگا نے لگے[1] اس کے بعد دادا عبدالمطلب سے انھیں معلوم ہوا کہ یمن کے ایک عالم نے ان کے گھر میں نبی پیدا ہونے کی بشارت دی تھی اور تصریح کی تھی کہ اس کی ماں خاندانِ زُہرہ کی عورت ہوگی جیسا کہ ان کی ماں آمنہ تھیں، پھر بارہ سال کی عمر میں شام کے سفر کے دوران بُصریٰ کے راہب بَحِیرا نے ان کا چہرہ اور پیٹھ پر کبوتر کے انڈے کے بقدر ابھار دیکھ کر ان کے نبی ہونے کی پیش گوئی کی تھی، متعدد دوسرے ذرائع سے بھی رسول اللہؐ کو اس بات کی شہادتیں ملی تھیں کہ وہ نبوت کے منصب پر فائز ہوں گے۔ اس یقین کے ماتحت انھوں نے اپنی سیرت کو اچھے قالب میں ڈھالنا شروع کر دیا تھا، وہ ایسے کاموں سے بچنے لگے جو نبی کے شایانِ شان نہ تھے، وہ جھوٹ نہ بولتے، گالی نہ دیتے، بداخلاقی سے پیش نہ آتے۔ وہ پیغمبر ابراہیم کی اولاد میں تھے جنھوں نے کعبہ کو توحیدِ خالص کا مرکز بنایا تھا، اس مناسبت سے رسول اللہؐ نے توحید ہی کو اپنا نصب العین بنالیا، انھوں نے مورتیوں کی تعظیم چھوڑ دی۔ مورتیوں پر چڑھائی ہوئی قربانی کھانا ترک کر دیا۔ بائیس تیئیس سال کی عمر میں خدیجہ کا کا سامان بیچنے شام گئے تو وہاں کسی تاجر سے ان کا جھگڑا ہو گیا، تاجر نے کہا اگر تم لات اور عُزّیٰ کی قسم

---

[1] ابن سعد ۱/ ۹۸ - ۱۰۲

کھالو تو میں تمہاری بات مان لوں، رسول اللہؐ نے کہا: میں نے ان کی کبھی قسم نہیں کھائی ہے، میں ان کے سامنے سے گذرتا ہوں تو منہ پھیر لیتا ہوں[۱]۔

اعلان نبوت سے کافی عرصہ پہلے رسول اللہؐ خواب دیکھنے لگے تھے، خواب میں انھیں توحید خالص کی تلقین کی جاتی، کبھی مورتیوں کی مذمت، کبھی توحید کی اشاعت کرنے کی ترغیب دی جاتی۔ رسول اللہؐ کبھی توحیدی تحریک چلانے کے امکانات پر غور کرتے، کبھی اس بات پر کہ ان کا خاندان، ان کا قبیلہ اور عرب قوم یہ دعوت قبول کرلے گی یا نہیں، مورتیوں کی تعظیم چھوڑ دے گی یا نہیں، کبھی اس بات پر غور کرتے کہ توحید کے تقاضے اور مطالبے کیا ہونے چاہئیں۔ جوں جوں توحیدِ خالص پھیلانے کی لگن ان کے دل میں بڑھتی گئی ان کی کاروباری دلچسپیاں سمٹتی گئیں، وہ تنہائی پسند کرنے لگے اور ایک وقت ایسا آیا کہ مکہ کے باہر حراء پہاڑی کے غار میں معتکف ہو گئے، ان کے دادا عبدالمطلب بھی یہاں آکر رمضان کا مہینہ عبادت و ریاضت میں گذارا کرتے تھے[۲]۔ غار میں رسول اللہؐ کو آسمان کی طرف سے آوازیں سنائی دیتیں اور کبھی روشنی نظر آتی، ایک دن جبریل فرشتے نے آکر کہا کہ خدا نے میری معرفت پیغام بھیجا ہے، یہ کہہ کر اس نے اِقرأ باسم ربك الذی خلق والی سورت پڑھی اور مالم یعلم تک رسول اللہؐ کی زبان سے ادا کرا کے واپس چلا گیا، کچھ عرصہ بعد یاأیہا المدثر والی سورت نازل ہوئی، پھر جلد جلد قرآنی آیتیں اترنے لگیں جن میں توحید، عبادت اور رسول اللہ کو نبی ماننے کی تلقین ہوتی تھی۔

نزول وحی کے بعد رسول اللہؐ نے اپنی نبوت کا اعلان کر دیا اور توحیدِ خالص کی دعوت شروع کر دی لیکن یہ دعوت خفیہ تھی اور تقریباً تین سال تک دبی دبی چھپی چھپی رہی۔ دعوت کے اولین مخاطب لڑکے، جوان، غلام، بے سہارا، بے یار و مددگار اور نادار لوگ تھے۔

---

[۱] ابن سعد ۱/ ۱۳۰

[۲] انساب الاشراف ۱/ ۸۴

دعوت کے اجزائے ترکیبی تین تھے۔ توحید خالص، نماز اور اقرار نبوت[1]۔ رسول اللہ اور ان کے ساتھی فرداً فرداً ایسے لوگوں سے ملتے۔ سڑکوں، گلیوں اور بازاروں میں جن کے بارے میں انھیں حسن ظن ہوتا اور ان کے سامنے دعوت پیش کرتے، وہ مسلمان گھروں میں بھی جاتے اور وہاں دعوت کی تشریح اور قرآن کی تلاوت کرتے۔ بہت جلد رسول اللہؐ کے ہاشمی و مُطّلبی اقارب اور اکابر قریش کو دعوت کا علم ہوگیا۔ اقارب مسلمان نہیں ہوئے لیکن انھوں نے رسول اللہؐ کی مخالفت نہیں کی بلکہ ان کی اخلاقی تائید کرنے لگے۔ قرشی اکابر نے رسول اللہ کی دعوت کے دو جزء، توحید اور نماز برداشت کر لیے کیونکہ یہ دونوں ان کے معتقدات کے منافی نہیں تھے، اس وقت تک صرف چاشت اور عصر کی نماز فرض ہوئی تھی، اکابر قریش رسول اللہ کو چاشت کی نماز بھی صحن کعبہ میں ادا کر لینے دیتے تھے لیکن وہ رسول اللہؐ کے نبوت کے دعوے کا مذاق اڑا کر اسے جنون سے تعبیر کرتے تھے۔ انھوں نے اپنی تجارتی نقل و حرکت کے دوران حجاز، یمن اور شام کے عیسائی راہبوں اور یہودی عالموں سے رسول اللہؐ کی نبوت کے بارے میں تحقیق کی تو کسی نے اس بات کی توثیق نہیں کی کہ وہ نبی ہیں، نہ اس بات کی شہادت دی کہ ان کی آسمانی کتابوں میں آنے والے نبی کی وہ جسمانی صفات بیان کی گئی ہیں جو رسول اللہؐ میں موجود تھیں۔

جب رسول اللہؐ کی دعوت جڑ پکڑ گئی تو اس نے رخ بدلا، رسول اللہؐ مورتیوں کو برا کہنے لگے کہ وہ پتھر کے ڈھانچے ہیں جن میں فائدہ یا نقصان پہنچانے کی مطلق صلاحیت نہیں ہے۔ اکابر قریش کو مورتیوں کی مذمت شاق گذری، اُنھیں یہ بات اور زیادہ ناگوار ہوئی کہ رسول اللہؐ مورتیوں کی تعظیم کرنے والوں کو جن سے وہ اور ان کے آباو اجداد مراد تھے، گمراہ، کور باطن، کافر اور اسی طرح کے توہین آمیز الفاظ سے یاد کرتے تھے اور سب کا ٹھکانا جہنم بتاتے تھے، ان اکابر کو اپنی دولتمندی، تجارتی کارگذاری، صلۂ رحمی، داد و دہش اور رفاہی کاموں سے اپنے

---

[1] یعقوبی ۲/۲۴

خاندانوں اور قبیلے میں بڑی عزت حاصل تھی اور عزت کے احساس نے ان میں رعونت پیدا کردی تھی، اپنے ایک رشتہ دار کی زبانی جو عمر میں بھی ان سے کم تھا اپنے لڑکوں، غلاموں اور ماتحتوں کے روبرو اپنی عزت کو پامال ہوتا دیکھکر اکابر مشتعل ہوگئے اور رسول اللہؐ کی مخالفت پر کربستہ۔

فقیہ ومحدث زُہری: رسول اللہؐ نے اسلام کی خفیہ دعوت دی اور مورتیوں سے قطع تعلق کرلیا، ان کی دعوت نوعمروں اور بے سہارا لوگوں نے مانی، بعد میں ان پر ایمان لانے والوں کی تعداد بڑھ گئی، اکابر قریش نے دعوت ناپسند نہیں کی۔ جب رسول اللہؐ ان کے اجتماع سے ہوکر گذرتے تو وہ طنزاً ان کی طرف اشارہ کرکے کہتے: وہ آیا عبدالمطلب کا لڑکا جس سے خدا باتیں کرتا ہے۔ جب رسول اللہؐ نے ان کی مورتیوں کی مذمت شروع کی اور بتایا کہ اکابر قریش کے آباء واجداد کفر وگمراہی کی حالت میں مرے اور ان کا ٹھکانا دوزخ ہے تو اکابر قریش چڑھ گئے اور رسول اللہؐ کو ستانے اور ان کی مخالفت کرنے لگے۔ دعا رسول اللهؐ سرّاً وجهراً

الى الإسلام فاستجاب له أحداث من الرجال وضعفاء من الناس حتى كثر من آمن به وكفار قريش من وجوهها غير منكرين لما يقول وكان إذا مرّ عليهم في مجالسهم يشيرون إليه ويقولون: غلام بني عبد المطلب يكلّم من السماء، فلم يزالوا كذلك حتى أظهر عيب آلهتهم وأخبر أن آباءهم ماتوا على كفر وضلال وانهم في النار فشنفوا له وأبغضوه وعادوه وآذوه۔[1]

اکابر قریش نے ایک طرف اپنے لڑکوں، غلاموں اور زیر اثر اشخاص کو ڈانٹ ڈپٹ اور زدوکوب کرکے دل کا غبار نکالا اور انھیں رسول اللہؐ سے منہ موڑنے پر مجبور کیا، دوسری طرف ابوطالب سے شکایت کی کہ اپنے بھتیجے کو ان کی مورتیوں کی مذمت، ان کے بزرگوں پر لعن طعن اور ان کے ماتحتوں، لڑکوں اور غلاموں کو اپنے مذہب کا پابند بنانے کی کوشش سے

---

[1] انساب الاشراف ۱/ ۱۱۵ - ۱۱۷، ابن سعد ۱/ ۱۹۹

باز رکھیں ورنہ وہ رسول اللہ ؐ کے خلاف تشدد آمیز کارروائی کرنے پر مجبور ہو جائیں گے۔ ابوطالب نے دھیان سے اکابر کی شکایت سنی، ان کے ساتھ اظہار ہمدردی کیا اور اطمینان دلایا کہ رسول اللہ ؐ کو سمجھا بجھا دیں گے۔ ابوطالب نے اکابر کی شکایت رسول اللہ ؐ تک پہنچادی لیکن انھیں نہ ملامت کی نہ ان پر دباؤ ڈالا کہ اپنی دعوت بند کر دیں۔ ابوطالب نے یہ پیش گوئی سن رکھی تھی کہ رسول اللہ عربوں کے بادشاہ اور نبی بنیں گے، وہ اپنے بھتیجے کے اس متوقع عروج کو اپنے اور اپنے خاندان کے لئے باعث افتخار سمجھتے تھے۔ ابوطالب مُرتدّ تھے لیکن مصلحۃً رسمی طور پر مسلمان ہونا نہیں چاہتے تھے، انھیں معاشرہ میں عبدالمطلب کی طرح امتیازی عزت حاصل تھی، وہ دو عظیم منصبوں۔ رِفادہ اور سِقایہ پر بھی فائز تھے، انھیں اندیشہ تھا کہ اگر اکابر قریش کو معلوم ہو گیا کہ وہ مسلمان ہو گئے ہیں تو بہت سی پیچیدگیاں پیدا ہو جائیں گی، ان کے غیر ہاشمی رشتہ دار اور دوسرے قرشی اکابر ان سے ترک موالات کر دیں گے، ان کی وجاہت نیز رِفادہ وسقایہ کے عہدے خطرے میں پڑ جائیں گے۔ رسمی طور پر مسلمان نہ ہونے کے باوجود ابوطالب مع اپنے لڑکوں اور بیشتر بھائیوں کے آخر وقت تک رسول اللہ ؐ کا ساتھ دیتے رہے[۱]۔

قرشی اکابر کی شکایت پر ابوطالب کے پُرحمایت رویہ سے حوصلہ پاکر رسول اللہ ؐ اپنی تحریک اور زیادہ جرأت سے چلانے لگے، ان کی تحریک میں گمنام، بے سہارا، معاشرہ کے غیر مطمئن اور شاکی عناصر کے علاوہ قریش کے دوسرے اور تیسرے درجہ کے متعدد معزز و مالدار لوگ بھی داخل ہو گئے مثلاً ابوبکر صدیق، عثمان غنی، ابوعبیدہ بن جراح، عبدالمطلب کے لڑکے جعفر، عبیدہ بن حارث بن مطلب، زبیر بن عوام، طلحہ بن عبیداللہ، سعد بن ابی وقاص، عبدالرحمٰن بن عوف اور رسول اللہ ؐ کے ہمعصر مشہور موحد زید بن عمرو بن نفیل

---

[۱] ابن سعد ۱/ ۱۲۱

کے لڑکے سعید، ان کے مسلمان ہونے سے ایک طرف رسول اللہؐ کی تحریک کی شان اور ساکھ بڑھی تو دوسری طرف قریشی اکابر کے اشتعال میں اضافہ بھی ہوگیا۔

تین سال درپردہ دعوت دینے کے بعد رسول اللہؐ نے محسوس کیا کہ مکہ کے باہر بسنے والے عربوں میں اسلام اس وقت تک مقبول نہیں ہوسکتا جب تک قریش کے سارے خاندان ان کی دعوت نہ مان لیں۔ آس پاس کے اکثر عرب قبیلے قریش کے زیر اثر تھے اور قریشی اکابر کا اشارہ پائے بغیر ان کا اسلام قبول کرنا ناممکن نظر آتا تھا، اس لئے رسول اللہؐ اوران کے ساتھی برملا دعوت دینے لگے، برملا دعوت کی ابتدا اِس قرآنی آیت سے ہوئی۔ وأنذر عشیرتك الاقربین۔ محمدؐ اپنے قریب ترین رشتہ داروں کو برے انجام سے خبردار کر کے کہہ دو کہ اسلام لے آئیں۔ رسول اللہؐ نے اپنے ہاشمی ومطلبی اقارب کی دعوت کی، یہ چالیس پینتالیس مرد تھے کھانے کے بعد رسول اللہؐ کے چچا ابولہب نے جو ان کا سمدھی بھی تھا کہا: محمدؐ، تمھارے چچا اور چچازاد بھائی موجود ہیں، کیا کہنا چاہتے ہو، تمھیں معلوم ہونا چاہئے کہ تمھارا قبیلہ ساری عرب قوم کا مقابلہ نہیں کرسکتا، تمھاری موجودہ سرگرمیوں سے تمھارے خاندان والے ہی تمھیں روک سکتے ہیں، ان کے لئے یہ کام آسان ہے لیکن یہ ناممکن ہے کہ عربوں کی مدد سے قریشی خاندان تم پر حملہ آور ہوں تو اس سے عہدہ برآ ہوسکیں، تمھاری ذات سے جتنا نقصان تمھارے کنبہ کو پہنچا ہے کسی کی ذات سے آج تک نہیں پہنچا[1]۔ رسول اللہؐ خاموش رہے، نہ کوئی جواب دیا نہ وہ بات کہی جس کے لئے دعوت کی تھی۔ کچھ عرصہ بعد انھوں نے پھر دعوت کی اور کھانے کے بعد کہا: میں آپ لوگوں کو خبردار کرنا چاہتا ہوں کہ میں نبی ہوں، مجھے خاص طور پر آپ کی رہنمائی کے لئے بھیجا گیا ہے، آپ کو معلوم ہونا چاہئے کہ مرنے کے بعد آپ پھر زندہ کئے جائیں گے، آپ کے اعمال کا محاسبہ ہوگا، اچھے عمل کا اچھا بدلہ ملے گا اور برے عمل کا برا،

---

[1] انساب الاشراف ۱/۱۱۸

جنت بھی برحق ہے دوزخ بھی۔ ابوطالب نے کہا: ہم بڑی خوشی سے تمھارے ساتھ تعاون کرنا چاہتے ہیں، تمھاری خیر خواہی کے قدردان ہیں اور جو کچھ تم کہتے ہو اسے صحیح سمجھتے ہیں، تمھارے چچا اور بھائی موجود ہیں، میں اگرچہ اُنھی میں سے ایک ہوں تاہم ان سب سے زیادہ تمھاری خوشنودی حاصل کرنا چاہتا ہوں، تمھارا جو مشن ہے اسے پورا کرنے میں لگے رہو، میں ہمیشہ تمھاری مدد کرتا رہوں گا اور ہر خطرہ سے تمھیں بچانے کی کوشش کروں گا۔ دوسرے عزیزوں نے بھی رسول اللہ ؐ کے ساتھ ہمدردی کا اظہار کیا اور وقت ضرورت انھیں اپنی مدد کا اطمینان دلایا۔ ابولہب کے حسب سابق تیور بدلے ہوئے تھے، اس نے کہا: بھائیو، محمد کی دعوت بُری دعوت ہے، ان کا ہاتھ پکڑ لو قبل اس کے کہ عرب قوم ایسا کرے، اُس وقت اگر تم نے محمد کو عربوں کے حوالہ کر دیا تو یہ ذلت کی بات ہوگی اور اگر لڑائی میں ان کی مدد کی تو مارے جاؤ گے۔ ابوطالب بھائی کا یہ مشورہ سن کر جھلا گئے اور بولے: جب تک دم میں دم ہے ہم محمد کی پشت پناہی کرتے رہیں گے[1]۔

اپنے چچاؤں اور بھائیوں کے اسلام نہ لانے سے رسول اللہ ؐ کو ملال ہوا لیکن انھوں نے کسی سے تعلقات نہیں بگاڑے، وہ جانتے تھے کہ ابولہب کے سوا ان کے سارے چچا اور بھائی خاندانی، تجارتی اور سماجی مصلحتوں کے پیش نظر کھلم کھلا اسلام قبول کرنے سے گریز کر رہے ہیں، ان کا خیال تھا کہ اگر قریش کے دوسرے خاندان اسلام لے آئیں تو ان کا ہاشمی و مطلبی کنبہ بھی اسلام قبول کرلے گا۔ کچھ دن بعد رسول اللہ ؐ مکہ کے باہر صفا نامی پہاڑی پر گئے اور قریش کے سارے خاندانوں کو آواز دیکر بلایا، جب وہ آئے تو رسول اللہ ؐ نے کہا کہ میں نے آپ کو اس لئے جمع کیا ہے کہ آپ یہ اقرار کریں کہ لا إله إلا الله لاشريك له وأنی رسول الله، اس اقرار کے صلہ میں آپ کو جنت دلانے کا ذمہ لیتا ہوں۔ مجمع میں ابولہب موجود تھا، اس نے ترش روئی سے کہا: تمھارا برا ہو، اس کام کے لئے تم نے ہمیں زحمت دی ہے! (تبًّا لك، ألهذا دعوتنا!) ابولہب

---

[1] انساب الاشراف ۱/۱۱۹

عبدالمطلب کا لڑکا تھا، رسول اللہؐ کا سگا چچا، نام عبدالعزیٰ تھا، دہکتے ہوئے چہرہ کے باعث اسے ابولہب کہا جاتا تھا۔ رسول اللہؐ کی دو لڑکیاں اس کے دو لڑکوں کو بیاہی تھیں، اس کے تعلقات رسول اللہؐ سے کشیدہ تھے، وہ نہ رسول اللہ کو نبی ماننے کے لئے تیار تھا، نہ مورتیوں کی تعظیم چھوڑنے کے لئے۔ اس کا خیال تھا کہ محمد اپنی نبوت کے دعوے اور مورتیوں کی مخالفت پر اڑے رہے تو ساری عرب قوم ان کی دشمن ہو جائے گی اور ان سے لڑے گی نیز یہ کہ اگر قریش نے رسول اللہؐ کا ساتھ دیا تو وہ بھی رسول اللہؐ کے ساتھ ہاریں گے اور ان کی خوشحالی، تجارت اور عظمت خاک میں مل جائے گی۔ ابولہب کی بہن صَفِیَہ: بھیا کیا یہ بات مناسب ہے کہ تم اپنے بھتیجے کی مدد سے ہاتھ اٹھالو اور اسے دشمن کے حوالے کر دو؟ جاننے والے کہتے ہیں کہ عبدالمطلب کی نسل میں ایک نبی ہوگا اور وہ تمھارا یہی بھتیجہ تو ہے۔ ابولہب: بالکل غلط، یہ محض ایک خوش فہمی ہے، عورتوں کی لچر باتوں سے زیادہ اس کی کوئی اصلیت نہیں، قریش کے سارے خاندان عربوں کے تعاون سے ہمارے خلاف کھڑے ہو گئے تو ہمارے لئے ان سے عہدہ برآ ہونا ناممکن ہو جائے گا۔[1]

صفا کے مجمع میں ابولہب کی خفگی تبًّالك، ألهذا دعوتنا، رسول اللہؐ کو بہت ناگوار ہوئی، چند دن بھی نہ گذرے تھے کہ ابولہب اور اس کی بیوی کی مذمت میں وحی نازل ہوگئی۔ تَبَّتْ يَدَا أَبِي لَهَبٍ وَّتَبَّ مَا أَغْنَىٰ عَنْهُ مَالُهُ وَمَا كَسَبَ، سَيَصْلَىٰ نَارًا ذَاتَ لَهَبٍ وَامْرَأَتُهُ حَمَّالَةَ الْحَطَبِ فِي جِيدِهَا حَبْلٌ مِّن مَّسَدٍ۔ تباہ ہوں ابولہب کے ہاتھ، اس کی دولت اور کمائی کچھ کام نہ آئے گی، لپٹیں نکلتی ہوئی آگ میں جلے گا وہ اور اس کی ایندھن ڈھونے والی بیوی جس کی گردن میں کھجور کے ریشوں کی رسی کا پھندا پڑا ہوگا۔ ابولہب اور اس کی بیوی ام جمیل اپنی بے عزتی سے سخت برہم ہوئے۔ انھوں نے اپنے دونوں لڑکوں سے کہا کہ محمد

---

[1] انساب الاشراف ۱/۱۱۹

نے ہماری ہجو کی ہے، تم ان کی لڑکیوں کو طلاق دے دو۔ لڑکے حکم بجا لائے۔

ابوطالب، اُن کے بھائیوں اور بھتیجوں کی طرف سے تعاون، مدد اور حمایت کی ضمانت پاکر رسول اللہؐ نے اپنی دعوت اور زیادہ وسیع، منظم اور تیز کردی، وہ اور ان کے ساتھی بالخصوص معزز قرشی مسلمان جیسے ابوبکر صدیق، عثمان غنی، حمزہ بن عبدالمطلب، زبیر بن عوام، طلحہ بن عبیداللہ اور ابوعبیدہ بن جراح چھوٹی چھوٹی ٹولیاں بناکر محلوں، بازاروں، مجموں اور گھروں میں جاتے، دعوت دیتے، قرآن سناتے، مورتیوں اور ان کی تعظیم کرنے والوں پر لعن طعن کرتے، انھیں کافر کہتے، ان کا ٹھکانا جہنم بتاتے اور مسلمانوں کو جنت کی بشارت دیتے۔ خُفیہ دعوت کے زمانہ میں رسول اللہؐ کو اکابر قریش کی طرف سے صحن کعبہ میں صرف صبح کی نماز پڑھنے کی اجازت تھی لیکن اب وہ اور ان کے ساتھی اکابر کی نظروں کے سامنے عصر کی نماز بھی پڑھنے لگے، باآواز بلند قرآن کی تلاوت کرتے، کھلم کھلا دعوت دیتے جس کے اجزار تھے۔ توحید، مورتیوں سے بیزاری، دو وقتی نماز اور اقرار نبوت۔ دعوت کے وسیع، منظم اور تیز ہونے، نیز معزز مسلمان قرشیوں کے اثر، ترغیب اور دباؤ سے قریش کے اچھے گھرانوں کی ایک جماعت مسلمان ہوگئی اور وہ بے سہارا لوگ۔ غلام، کنیزیں، موالی اور حلیف جو خفیہ دعوت کے زمانہ میں مسلمان ہونے کے بعد اکابر کی ڈانٹ ڈپٹ، زدوکوب اور مختلف قسم کی معاشی و مالی دھمکیوں سے اسلام چھوڑ گئے تھے یا اسلام چھپانے، رسول اللہؐ کی مذمت اور مورتیوں کی تعظیم کے بول زبان سے ادا کرنے پر مجبور کئے گئے تھے، اسلام لے آئے، بے سہارا لوگوں کو رسول اللہؐ اور خوشحال قرشی مسلمانوں نے مالی سہارا دیا، غلاموں اور کنیزوں کو ان کے آقاؤں سے خرید کر آزاد کردیا اور موالی کی اخلاقی و مادی مدد کی۔ ان سب باتوں سے قریشی اکابر کا اشتعال بڑھ گیا۔ ان کا ایک وفد ابوطالب سے ملا اور ان سے شکایت کی کہ محمد ہمارے لڑکوں، غلاموں، موالی اور حلیفوں کو بہلا پھسلا کر گمراہ کرتے ہیں، ہماری مورتیوں کو برا کہتے ہیں، ہمیں اور ہمارے آباؤ اجداد کو احمق، کور باطن، گمراہ اور کافر کہہ کر توہین کرتے ہیں، انھیں روکئے ورنہ ہم ان کے

خلاف سخت کارروائی کریں گے۔ شکایت کے وقت رسول اللہؐ موجود تھے، انھوں نے کہا کہ میرا مقصد توحید کی اشاعت ہے، میں چاہتا ہوں کہ مورتیوں کا سہارا چھوڑ کر صرف خدا کی طرف رجوع کیا جائے اور مجھے خدا کا رسول مانا جائے، اگر آپ لوگ یہ دو باتیں مان لیں تو میں ایسا کوئی کام نہیں کروں گا جس سے آپ کو شکایت پیدا ہو بلکہ میں اس بات کا ذمہ لیتا ہوں کہ آپ آخرت میں جنت کی نعمتوں سے مالا مال ہوں گے اور دنیا میں عرب وغیر عرب اقوام پر آپ کی بالادستی قائم ہو جائے گی۔ اکابر اس سودے کے لئے تیار نہیں ہوئے اور منہ پھلائے چلے گئے۔ انھوں نے اپنے محلوں کے مسلمانوں پر مختلف قسم کا دباؤ ڈالنا شروع کر دیا۔ عزیزوں کو دھمکی دیتے کہ اگر انھوں نے اسلام ترک نہیں کیا تو ان سے قطع تعلق کر لیا جائے گا، اگر وہ تاجر ہوتے تو ان سے خرید و فروخت اور ہر طرح کا لین دین بند کرنے کی دھمکی دیتے، اگر ہم محلہ ہوتے تو انھیں غیرت دلاتے کہ شریف آدمی ہو کر اپنے خاندان کو بدنام کرتے ہو، اپنے آبا و اجداد کو کافر کہتے ہو اور ان کے دوزخی ہونے کا اقرار کرتے ہو۔[1] حلیفوں کو دھمکی دیتے کہ ہم تمہارا حلف منسوخ کر دیں گے اور تم معاشرہ میں بے یار و مددگار ہو کر رہ جاؤ گے۔ یہ دھمکیاں جلد حقیقت بن گئیں اور ان کی گرفت بعض مسلمانوں پر اتنی سخت ہوئی کہ وہ گھبرا گئے۔ طے ہوا کہ حالات سازگار ہونے تک یہ لوگ حبشہ چلے جائیں جہاں ایک شریف، نیک طینت عیسائی بادشاہ حکمراں تھا اور جہاں کے تاجروں سے ان میں سے بعض کے اچھے تعلقات تھے۔[2] قرارداد کے مطابق گیارہ مردوں اور چار عورتوں[3] کی ایک جماعت حبشہ چلی گئی اور وہاں آرام سے دو ماہ گذارے، یہ اعلان نبوت کے پانچویں سال کا واقعہ ہے

---

[1] انساب الاشراف ۱/۱۹۸

[2] طبری (تاریخ مصر) ۲/۲۲۱

[3] ابن سعد ۱/۲۰۴

اور حبشہ کی پہلی ہجرت کہلاتا ہے۔ اس ٹولی کے ممتاز اشخاص یہ تھے: عثمان غنی اور ان کی بیوی رقیہ، زبیر بن عوام، مصعب بن زبیر بن ہاشم، عبدالرحمٰن بن عوف، عبداللہ بن مسعود۔

قریش کی دباؤ ڈال کر ستانے کی مہم جاری رہی اور رسول اللہؐ کی تحریک آزمائشوں اور مشکلات کا مقابلہ کرتی ہوئی آگے بڑھتی گئی۔ اپنے اپنے ماتحتوں، رشتہ داروں، حلیفوں اور دست نگر مسلمانوں پر دباؤ ڈال کر دل کا غبار نکالنے میں اکابر ایسے معروف ہوئے کہ ان کی توجہ رسول اللہؐ کی طرف کم ہوگئی۔ ایک دن صحن کعبہ میں رسول اللہؐ تنہا بیٹھے تھے۔ ان کے دل میں یہ تمنا پیدا ہوئی۔ کاش کوئی ایسی وحی نہ آجائے کہ اکابر قریش مجھ سے اور زیادہ بھڑکیں اور منحرف ہوں۔ لیتہ لا ینزل علیّ شئی ینفرھم عنی۔ رسول اللہؐ ان کی تالیف قلب کرنے لگے، جواب میں اکابر قریش بھی نرم پڑگئے اور رسول اللہؐ کے ساتھ مصالحانہ رویہ اختیار کرلیا۔ ایک دن رسول اللہؐ نے جبکہ صحن کعبہ میں اکابر موجود تھے سورۂ نجم کی تلاوت کی۔ والنجم إذا هوىٰ ــــ أفرأیتم اللات والعزّیٰ ومناة الثالثة الأخرىٰ، تلك غرانیق العلیٰ وإن شفاعتهن لترتجىٰ ــ کیا تم نے لات، عزّیٰ اور تیسری مورتی مناۃ کے متعلق غور کیا؟ یہ بلند پایہ ہستیاں ہیں جن سے لوگوں کو توقع ہوتی ہے کہ وہ خدا سے ان کی سفارش کریں گی۔ اس کے بعد رسول اللہؐ نے سورت کا باقی حصہ تلاوت کرکے سجدہ کیا، سجدہ میں اکابر قریش بھی ان کے ساتھ شریک ہوگئے ــــ تلك غرانیق العلیٰ والی آیت کا ان پر اچھا اثر ہوا، انھوں نے کہا: محمد، ہم جانتے ہیں کہ اللہ ہی جلاتا ہے، اللہ ہی مارتا ہے، اللہ ہی پیدا کرتا ہے اور اللہ ہی رزق دیتا ہے لیکن ہمارا عقیدہ یہ بھی ہے کہ مورتیاں خدا سے ہماری سفارش کرتی ہیں، اب چونکہ تم نے خدا کے دربار میں انھیں با اثر مان لیا ہے، ہم تمھارے ساتھ ہیں۔ رسول اللہؐ کو ان کی یہ بات کھٹکی، وہ گھر چلے گئے، انھوں نے محسوس کیا کہ

له ابن سعد ۱/ ۲۰۵

تلک غرانیق العُلیٰ والی آیت انھیں القا نہیں ہوئی تھی، جلد ہی وحی کے ذریعہ اس آیت کی تردید ہوگئی اور مورتیوں کے بارے میں رسول اللہؐ کا مؤقف وہی رہا جو پہلے تھا۔ اکابر قریش کو تردید پر طیش آیا اور پہلے کی طرح وہ پھر رسول اللہ سے بگڑ گئے۔

(باقی)

اہل علم کے لئے پانچ نادر تحفے

۱۔ تفسیر روح المعانی: جو ہندوستان کی تاریخ میں پہلی مرتبہ قسط وار شائع ہو رہی ہے۔ قیمت مصر وغیرہ کے مقابلے میں بہت کم یعنی صرف تین سو روپے۔ آج ہی مبلغ دس روپے پیشگی روانہ فرما کر خریدار بن جایئے۔ اب تک ۲۰ جلد طبع ہو چکے ہیں باقی دس جلد عنقریب طبع ہو جائیں گی

۲۔ تفسیر جلالین شریف مصری: مکمل مصری طرز پر طبع شدہ حاشیہ پر دو مستقل کتابیں (۱) لباب النقول فی اسباب النزول للسیوطیؒ (۲) معرفت الناسخ والمنسوخ لابن حجر قیمت مجلد -/۲۵

۳۔ شرح ابن عقیل: الفیہ بن مالک کی مشہور شرح جو درس نظامی میں داخل ہے۔ قیمت مجلد -/۲۰

۴۔ شیخ زادہ: حاشیہ بیضاوی سورہ بقرہ مکمل قیمت -/۸۰

۵۔ فتح الباری: جو قسط وار شائع ہو رہی ہے۔ خدا کے فضل سے دو جلدیں طبع ہو چکی ہیں

ملنے کا پتہ:

ادارہ مصطفائیہ دیوبند (یو۔پی)